اسماعیل فرحی

از

جناب شیخ فرید برہان پوری

(لکچرار - رابرٹسن کالج - جبل پور)

"بزرگانِ دین اور اولیائے عظام کے ملفوظات کی جہاں دینی برکت اور مذہبی اہمیت مسلّم ہے - وہاں اُن کی تاریخی عظمت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ان ملفوظات سے صاحبانِ ملفوظ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے - خاص خاص اوقات میں ان روشن ضمیروں پر جو کیفیات طاری ہوئی ہیں - اُن کا ذکر و مطالعہ ہمارے لئے باعثِ خیر و برکت اور موعظت و روحانیت کا موجب ہوتا ہے - اِن کی زبان فیض ترجمان سے جو کلمات وقتاً فوقتاً صادر ہوئے ہیں - وہ ہماری زبان کے ارتقائی پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں"[1]

ان بزرگوں کا طریق یہ تھا - کہ مسندِ درس پر یا غیر اوقات میں زبانِ خوارق بیان سے سیر و سلوک کے نکتہ ہائے عجیب اور اشاراتِ غریب - آیات اور احادیث کی تفسیر و تشریح - مختلف آیات کا شانِ نزول مقاماتِ عروج و نزولِ صوفیہ اور اُن کے اسرار و عقاید بیان کرتے تھے اور کسی نہ کسی عقیدت کیش کو اُن کی ترتیب و تبویب اور تہذیب و تدوین کی سعادت حاصل ہو جاتی تھی -

ایک سندھی الاصل ــــ ایلچ پوری المولد ــــ اور برہان پوری الوطن والمدفن ــــ بزرگ ــــ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ ــــ (مسیح الاولیاء)[2] کے ملفوظات اُن کے ایک مرید ــــ اسماعیل ابن محمود سندھی القادری الشطاری الفرحی نے ترتیب دئے ہیں - اور کشف الحقایق[3] نام رکھا ہے -

---

[1] ماخوذ از بزم صوفیہ [2] مسیح الاولیاء کے حالات کے لئے ملاحظہ کیجئے ــــ "شاہ عیسےٰ جند اللہ" ــــ معارف ستمبر ۵۶ء اور "فارسی ادب کے ارتقا میں برہان پور کا حصہ"، کل ہند تعلیمی کانفرنس ۵۳ء ناگپور -

[3] کشف الحقایق کا ایک ناقص الآخر نسخہ حضرت مولوی سید احکام اللہ صاحب (برہان پور) کے نادر ذخیرہ مخطوطات میں محفوظ ہے حضرت موصوف نے ازرہِ لطف و کرم اصل نسخہ اور اس کی ایک خوش خط نقل عنایت کی ہے -

کشف الحقایق سے صاحبِ ملفوظ اور جامعِ ملفوظ ـــــ دونوں کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ ضمناً صاحبِ ملفوظ ـــــ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہؒ کے پیر و مرشد ـــــ حضرت شاہ لشکر محمد عارف اور ان کے دو بھائیوں ـــــ شیخ سلیمان سیفی اور شیخ محمد عثمان کا بھی ذکر آجاتا ہے۔ سطورِ ذیل میں جامع ملفوظ کے مختصر حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ جو کشف الحقایق کی روشنی میں مرتب کئے گئے ہیں۔

برار کے حاکم ـــــ تفاول خاں ـــــ کے انتقال کے بعد جب مسیح الاولیاء کا خاندان برہان پور آکر سکونت پذیر ہوا تو شیخ محمود سندھی ـ فرحی کے والد بھی اُن کے قرب میں آکر بس گئے۔ فرحی برُہان پور میں پیدا ہوئے۔

فرحی کی پیدائش کی صحیح تاریخ نہ معلوم ہو سکی۔ قیاساً گیارہویں صدی ہجری کے اوّل عشرہ کا پہلا حصہ ہوگا۔ کشف الحقایق میں فرحی نے لکھا ہے۔ کہ وہ مرید ہونے کے بعد بیس[2] سال تک روزانہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد حضرت مسیح کی خدمت میں بلاناغہ حاضر ہوتا رہا۔

”ایں فقیر بست سال بعد از مرید شدن ہر روز گاہے قبلہ گاہی بعد نماز فجر و عصر مشرف در ملازمت می شد و احیاناً ناغہ می گشت“[1]

اور فرحی کی حاضری کا یہ دستور سنہ ۱۰۳۱ھ / سنہ ۱۶۲۲ء تک جاری رہا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جب سنہ ۱۰۱۱ھ / سنہ ۱۶۰۲ء میں اسماعیل تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہو گیا ہوگا۔ اُسے حضرت موصوف کی خدمت میں پیش کیا گیا ہوگا ـــــ

اُس زمانہ میں آغاز تحصیل علوم کی عمر عموماً پانچ یا چھ سال کی ہوتی تھی۔ اکثر تسمیہ کے بعد تعلیم شروع کر دی جاتی تھی۔ اس حساب سے سنہ ۱۰۰۵ھ / سنہ ۱۵۹۶ء یا سنہ ۱۰۰۶ھ / سنہ ۱۵۹۷ء فرحی کا سال پیدائش قرار دیا جا سکتا ہے۔

مستند مواد کی عدم موجودگی میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ـــــ فرحی جب

---

[1] کشف الحقایق ورق ۸۹ [2] تاریخ وفات حضرت شاہ عیسیٰ۔ کشف الحقایق ورق ۹۶ ب۔

حضرت مسیح الاولیاء کے حلقۂ درس میں شامل ہوا تو حضرت نے کمال توجہ اور محبت سے اس کی تعلیم و تربیت کی۔ مختصر عرصہ میں اُس نے علوم ظاہری میں کمال حاصل کر لیا۔ حضرت نے اس کو فنِ شعر میں علم قافیہ۔ عروض اور دیگر نکاتِ شعری سے باخبر کر دیا۔ فرحی تخلص اور ابوالفرح لقب عطا کیا۔

اس "لطفِ خاص" کے سلسلہ میں فرحی نے کشف الحقایق میں لکھا ہے ــــ

"بریں ضعیف بسیار لطف و کرم نمودہ کتاب رشحات از خانہ طلبیدہ در گوشۂ آں بہ خطِ مبارک خود کتبہ.....

..... بنام با کنیت و لقب بایں عبارت نوشتہ عنایت فرمودند.........

باسمہ سبحانہ الذی ہو الصلاۃ یبلی من استحقہا ہذا الکتاب الرشحات الالٰہیہ من المشائخ الربانیہ قد وہبت الولد العزیز ابی الفرح سراج الدین اسماعیل بن محمود صانہ اللہ شانہ وصلہ سبحانہ الی ما دائہ عن غیرہ بجاہ النبی وآلہ وصحبہ ومن تبعہ الی یوم الدین:۔

مورخا ۲ ء شہر شوال ۱۰۲۵ھ [1]

یہ واقعہ ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء کا ہے۔ غالباً فرحی کے عنفوانِ شباب کا زمانہ ہوگا۔

اس کنیت کی رعایت سے اس نے اپنا تخلص فرحی رکھ لیا۔ فرحی کی خوش نصیبی تھی۔ کہ اُسے حضرت موصوف سے مستفیض ہونے کے لئے بتیس سال کی طولانی صحبت اور مدت نصیب ہوئی اس "عمرِ عزیز" کا ایک لمحہ تلف کئے بغیر اس نے اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کی تہذیب و تربیت میں کوتاہی نہیں کی۔ اور آخر کار علوم ظاہر و باطن کا فاضل اجل۔ صاحبِ دل صوفی اور شعر و ادب میں بلند پایہ ناظم و نثار بن گیا۔

اس قطرہ کو گہر بننے تک جو کچھ گذرا۔ اس کی تفصیلات کشف الحقایق میں مرقوم ہیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ "مدرسۂ کلاں" [2] کی تعمیر کے دوران میں فرحی نے چاہا۔ کہ درویشوں

---

[1] ایضاً ورق ۱۱۶ ۲ شوال ۱۰۲۵ھ / ۳ اکتوبر ۱۶۱۶ء جمعرات [2] حضرت مسیح الاولیاء خانقاہ اور مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ جب طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو دوسرے مدرسہ کی تعمیر شروع کی گئی۔ اس مدرسہ کی تعمیر میں تمام طالب علموں نے حصہ لیا۔

کی اعانت کرے۔ حضرت مسیح نے جو اس وقت شیخ محمد صدیق (کابلی) عین المعانی[۱] کا درس دے رہے تھے۔ "از رہِ لطف و کرم" ہاتھ کے اشارہ سے بلا کر کہا۔ کہ

"شما بایں کار مشغول شوید یعنی بہ سماع سبق شیخ محمد صدیق[۲]"

عین المعانی کے درس کے دوران میں تمام نکاتِ حقیقت و معرفت نہایت توجہ سے فرحی کو سمجھاتے رہے۔

ایک روز عین المعانی کا درس دے رہے تھے۔ جب مسئلہ تجددِ امثال کی بحث شروع کی تو فرحی نے عرض کیا۔ کہ اس ضعیف پر یہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ حضرت موصوف نے کہا اس میں کچھ مشکل نہیں ہے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ اولیاء کو بھی اس کیفیت کی اطلاع نہیں مگر فرحی کے چہرے پر حزن و مایوسی کے آثار دیکھ کر ایک "نظرِ کیمیا اثر" میں اس کیفیت سے آگاہی بخشی[۳]۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت مسیح نے عالم متبحر ملا عبد العزیز (لاہوری) کو اُن کے وطن بھیجنا چاہا۔ جب اُن کو بلا کر خاص طور سے نصیحت کی۔ تو اس وقت صرف فرحی کو شریک صحبت رکھا۔ پیر و مرشد کے تعلقات اور مسئلہ وحدت کے علاوہ دیگر "اسرارِ غامض"[۴] بیان کر کے رخصت کیا۔

ہم یہاں صرف اِن دو تین واقعات پر اکتفا کرتے ہیں۔

فرحی نے پہلی مرتبہ ذی الحجہ کے تیسرے ہفتہ میں ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء میں سفر کیا۔ اور دو سال تک شمالی ہند اور پنجاب وغیرہ کی سیر کی۔ اور لوٹ آیا۔ اور پھر جلد ہی عازمِ سفر ہوا اور سات سال تک اطرافِ ہند کی سیر کرتا رہا۔ اور کشمیر و کانگڑہ تک پہنچا۔ ہر جگہ کے باکمال صوفیاء۔ علماء اور شعراء سے ملاقات کی سیر و سفر کے جستہ جستہ واقعات بھی لکھے ہیں' دورانِ سفر میں مخزنِ دعوت لکھی۔

کشف الحقایق میں مسطور ہے کہ

"وقتے کہ بعد از وصالِ حضرت پیر دستگیر یک سال دو ماہ بگذشت کہ ایں فقیر بحکم "قل سیروا فی

---

[۱] حضرت مسیح الاولیاء کی ایک نادرروزگار تصنیف ــــــ اسمائے جلالی و جمالی کی لبسیط شرح ہے۔
[۲] کشف الحقایق ورق ۸۸ [۳] ایضاً ورق ۱۱۰ [۴] ایضاً ورق ۹۴ تا ۹۶ [۵] حضرت مسیح کا انتقال ۱۵ شوال ۱۰۳۱ھ کو ہوا اور ایک سال دو ماہ بعد یعنی ۱۵ ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ بمطابق منگل ۳۰ ستمبر ۱۶۲۳ء کے بعد یہ سفر شروع کیا۔

الارض فانظروکیف بدالخلق" برائے دیدن مظاہر حق وملاقات درویشاں براہِ یوم کہ خود شہر برہان پور است ۔ مرتبۂ اول دو سال و بمرتبۂ ثانی ہفت سال در ہندوستان و پنجاب و کانگڑہ و کشمیر در زمانۂ جہانگیر بادشاہ شہر بہ شہر گرفتید و مشائخ آں شہر را بدید ۔

دریں اثناء چوں عبور و مرور فقیر بہ شہر کشمیر واقع شد دریں جا حبیب را بسیار تحقیق نمود آخرش نیافت و بعد از مراجعت کشمیر وقتے کہ در قصبۂ بجوارہ سیر نمودہ شد ۔ آنجا محمد یوسف کشمیری خبر تحقیق یافت کہ حبیب در کشمیر بود و در قصبۂ آں بود و او بعد از آمدن از خدمت حضرت مسیح مرشد صاحب تصرف و خوارق عادات شد ۔ خانقاہ بنا کرد و مردم بسیار از و فیض گرفتہ اند و نام خود را بنام مرشد خود بدل کردہ بود و در آں وصال شد "[1]

ایک اور مقام پر پنجاب اور کشمیر کی صعوبت گذار مسافرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔ کہ مریدوں میں عین المعانی کی مقبولیت کا یہ عالم تھا ۔ کہ وہ حوالہ (Reference) کی کتاب بن گئی تھی ۔

مسیح الاولیاء کے "وصال" کے بعد فرحی تیس[3] سال تک زندہ رہا ۔ اُس نے ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۰ء میں وفات پائی ۔

حضرت مسیح کی صحبت میں فرحی نے علم شعر و ادب میں کافی دستگاہ حاصل کر لی تھی ۔ اس کے ذہنی کارناموں میں سے صرف دو کا ہم کو علم ہے ۔

(۱) کشف الحقایق

(۲) مخزنِ دعوت

ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ نظم و نثر کے دوسرے جواہرات زمانہ کے بے رحم ہاتھوں برباد ہو گئے ۔ کشف الحقایق میں جو نظمیں اور جستہ جستہ اشعار ہیں سطورِ ذیل میں ان کو پیش کیا جا رہا ہے ۔

کشف الحقایق کی ابتدا صوفیانہ عربی آمیز مسجع اور مرصع عبارت سے ہوتی ہے ۔ حمد میں ذیل کا شعر ہے

یقیں می داں کہ ایں چندیں عجائب ز بہرِ یک دلِ بینا نہادند

---

[1] ایضاً ورق ۱۲۳

نعت میں بیس اشعار پر مشتمل ایک مثنوی کہی ہے۔

مثنوی

محمد کہ بدرِ منیر آمدہ
بہر دو جہاں بے نظیر آمدہ

چہ بدرے کہ از نورِ او آفتاب
بود ہر چہارم فلک نور یاب

نہ بل آفتاب و مہ ہر چہ ہست
ز نورِ لطیفش ہمہ نقش بست

بنازم بداں شاہِ دنیا و دیں
کہ دارد دو عالم بہ زیرِ نگیں

شریعت کہ فرمانِ (آں) شہ بود
بجا آرد آں کس کہ آگہ بود

طریقت کہ آئینِ آن سرور است
بود شمعِ راہِ دلِ حق پرست

حقیقت کہ آں عینِ احوالِ اوست
نگنجد درو ہیچ جز وصلِ دوست

ہمو کارسازِ دل و دینِ ماست
ہمو مونسِ جانِ غمگینِ ماست

سزد گر نداریم خوف از جحیم
چو او بر سرِ ماست مارا چہ بیم

بہر قریہ و شہر غوغائے اوست
کہ روحِ مجسم سراپائے اوست

تنِ او نبودے اگر روحِ پاک
فتادے از و سایہ بر روئے خاک

چہ سایہ نماند از و جمع را
چو روشن کند نورِ او شمع را

چوں آں مہ ز نورِ خدائیست و بس
چساں بر تنِ او نشیند مگس

ملامت بہ بختِ خود آورد پیش
بمالد ہمی دستِ حسرت بخویش

شدہ خوں ازیں حسرت اورا جگر
ازاں می زند دست ہر جا بہ سر

چو او بہترینِ خلایق بود
جز او نام او را کہ لایق بود

دگر مرحبائش ز حرفِ فضول
کجا فکرتِ تو و نعتِ رسول

رسولے کہ مدحش بگوید خدا
کجا نعت گفتن توانی ورا

تو و نعتِ او ایں چہ حرفے بود
کہ دریا نہ در خوردِ ظرفے بود

بیانِ نعت رسول میں اپنی درماندگی اور عجز کے اعتراف کے بعد اپنے پیر و مرشد کی منقبت میں ایک مثنوی کہی ہے۔ جو بائیس ابیات پر مشتمل ہے۔

مدحِ پیرِ دستگیر

زہے غوثِ اعظم کہ از فیضِ رحماں — زند جوشِ ہر دم بہ ایجادِ امکاں
زبدرِ جبینش چنیں نورِ احمد — ز لطفِ کلامش عیاں سرّ قرآں
زبارانِ فیضش دلِ ہر مریدے — صدف وار پُر شد ز لولوئے عرفاں
بہ گل زارِ عالم دلِ اوست دائم — زفیضِ حقیقی چو فوّارہ جوشاں
بہ طوقش چہ گویم کہ بحر لسیت مطلق — منزّہ ز وصفِ اضافاتِ امکاں
ظہورش چہ گویم کہ در ہر دو عالم — ہمون است ... کس ومرایائے اعیان (؟)
زگنہِ کمالش دلِ من چہ یابد — حبابے چہ گوید ز دریائے عمّان
زہے آفتابے حقیقے کہ دائم — بتابد بذراتِ کونین یکساں
شب و روز رویش چو گل بر شگفتہ — فدائیش بہ ہر سو چو بلبل ہزاراں
زہے رہنمائے کہ در راہِ وحدت — شدہ پیشوائے ہمہ پیشوایاں
حقایق پناہا! بہ صدرِ حقیقت — بجز تو نزیبد ز افرادِ انساں
زنیمے نگاہے تو افسردہ زاہد — بجذبِ انا الحق زند جوشِ افغاں
مرید تو ہر یک بہ بزمِ مشائخ — چو در دیدہ بینش چو در قلبِ ایماں[1]
بہ سوزِ فراقِ تو جنّت جہنّم — بہ بوئے وصالِ تو گلخن گلستاں
کسے را کہ بارِ فراقِ تو خستہ — مساوی بود تلخ و شیرینِ دوراں
باسمِ مسیحاۃ کردند زاں رو — کہ احیائے دل ہا بود بر تو آساں
بپائے تو از دیدہ نعلین سازم — شرر کش بہ بندم۔ ز نم دیدہ رنجاں
مگر گاہے از لطف پوشیدہ آئی — بہ صحنِ دلِ من خراماں خراماں

---

[1] تشبیہ کی ندرت ملاحظہ کیجئے۔

بیابد دلے گو خیالے تو دارد | کہ چوں قلبِ مومن بود عرشِ رحماں
چہ داند ترا آنکہ محبوس ماند | تہ بند سہ پنج و ایں چار ارکاں
کسے کو ازینہا برون خرامد | تواند ترا دید اے جانِ جاناں
تو آنی کہ وقتِ تکلم ز فرحیؔ | کنی آشکارا چنیں سرِ پنہاں

یہ ایک خدا رسیدہ صوفی۔ عالم متبحر بزرگ کی مدح ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں عارفانہ اشارات۔ کمالِ محبت۔ ادب اور سلیقہ سے نظم کئے گئے ہیں۔

کشف الحقایق کی تالیف کے سلسلہ میں اپنے معاملات خدا کے سپرد کرتے ہوئے نثری مناجات کے بعد شاعر یوں التجا کرتا ہے:۔

اے کہ زمامِ ہمہ در دستِ تو | اُشتر ہر دل شیفتہ دل مستِ تو
ہست امیدم کہ توئی رہنما | تا دمِ آخر برہِ مصطفٰے
چارہ بکن۔ چارہ کہ آوارہ ام | وائے اگر تو نہ کنی چارہ ام
آمدہ ام از خودئی خود بہ جاں | بنیم نگہ کن زخودی و ارماں
ساز فتیلہ ز رگ و ریشہ ام | شمع فروز از دلِ غم پیشہ ام
چاشنئی لذتِ دیدار بخش | بے من و ما قوتِ گفتار بخش
از ہمہ سو ساز دلم سوئے خویش | در رُخِ ہر ذرہ نما روئے خویش
دلِ فرحیؔ تو از نور کن | محوِ خود ساز و زخود دور کن

ان طویل منظوماتِ نعت و منقبت اور مناجات کے علاوہ فرحیؔ کی اور کوئی طویل نظم زیرِ نظر مخطوط میں نہیں ہے۔

اُس مشہور زمین کے قصیدہ کے صرف دو شعر ملتے ہیں۔ جس میں خاقانی، نظامی، خسرو اور دیگر مشاہیر شعراء نے اپنے قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں۔

دلے کو را تو در جان ہمیشہ ذوقِ دین داری | نہ ناقص آید از چیزے چو کامل ہست ایمانش
چو آدم راز عصیاں ہر دو چشمش جو بیار آمد | شگفتہ انبیاء و اولیاء در صحنِ بستانش

فرحیؔ نے یہ اشعار اُس موقعہ پر نقل کئے ہیں۔ جہاں اُس نے یہ لکھا ہے۔ کہ خدا کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ حضرتِ آدم کے جنّت سے نکلنے میں انبیاء۔ اولیاء اور مومنین کے ظہور و آفرینش کا رازِ پنہاں تھا۔

ذیل میں وہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ جو جستہ جستہ مقامات پر شاعر نے موقع محل کی مناسبت سے چسپاں کر دئے ہیں۔ اور وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اُسی موقع کے لئے کہے گئے ہیں۔

نگارشِ ملفوظ کی اہمیت کے پیشِ نظر انکساری کے طور پر اپنی کوتاہ قلمی کے اعتراف میں لکھا ہے۔

خیالِ حوصلۂ بحر می برم ہیہات ‏ ‏ ‏ چہاست در سرِ ایں قطرۂ محال اندیش

اب اس قطرۂ محال اندیش کی جسارت دیکھئے۔ کہ جب کام شروع کر دیا تو فرشتہ کو مخاطب کر کے احتیاط کی تاکید کرتا ہے۔

ملک! بہ عرصۂ معشوق پا منہ گستاخ ‏ ‏ ‏ کہ زلفِ حور دراں جلوہ گاہ جاروب است

اِس احتیاط کے بعد تالیف کے سلسلہ میں تمام معاملات خدا کے سپرد کر دئے ہیں۔

وادیِ سلوک و مجاہدہ کو "بادیۂ خون آشام اور بیابانِ پُر درد و دام" سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ رہنما کے بغیر اس وادیِ پُر خطر سے گذر کر منزلِ مقصود تک رسائی ناممکن ہے۔

ہادئی جو کہ دریں بادیۂ خوں آشام ‏ ‏ ‏ رہ بہ منزل نہ بَرد ہیچ کسے بے رہبر

"سلوک و طریقت" کی منزل میں رہ روی کی تجربہ کاری دیکھئے۔ سالک کو نصیحت کرتے ہیں۔ کہ جب وہ رہبرِ کامل کی تلاش میں نکلے تو "مختصر ترین" زادِ سفر لے۔ اور وہ کیا ہو سکتا ہے؟

رُو بہ غربت دارم و داغِ تو بر دل می برم ‏ ‏ ‏ بارِ ہجرانِ ترا منزل بہ منزل می برم

"تواضع اور رغبت" کے فرق کو سمجھاتے ہوئے "طمع" کے حروف کے اشارے سے ایک نادر مثال پیش کی ہے۔ اور "طمع را سہ حرف و ہر سہ تہی" کی عام راہ سے ہٹ کر اپنی ایک الگ راہ نکالی ہے۔

طمع شوم از نقط خالی ‏ ‏ ‏ چوں درختے ست بے گل و بار

دوسری جگہ کیا عمدہ بات کہی ہے :-

نقطہ را نیرنگ می آید کہ بگردِ طمع نمی گردد

بے ثباتیِ دنیا کتنا پامال مضمون ہے۔ اس موضوع پر ہمارے شاعروں نے مضامین کے انبار لگا دئے ہیں۔ فرحی کا اسلوب بیان دیکھئے ——— کہ تمثیل کی ندرت اور اندازِ بیان کی بے ساختگی نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی ہے ؎

ایں جہاں بر مثالِ آں کہ فتد بر بدن از حصیر نقش و نگار

بعد یک چند در نظر آید نہ ازو بیخ بود و نے آثار

دنیا کو جو "باغ سیمیا" ہے۔ زمین پر چٹائی کے نشانات سے تشبیہ دی ہے۔

تصوف کی دنیا میں کامل و ناقص کا فرق۔ جذبِ منصوری اور کلمۂ انا الحق عام ہیں۔ فرحی نے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ جذبِ منصوری اس کو عطا ہوتا ہے جس کا دین کامل ہو ——

شود چوں اہلِ دیں کامل دہندش جذبِ منصوری

ولے در ہر دلِ ناقص ازاں انکار می روید

عارفوں کا قبلہ دیکھئے :-

فرحیا! ہر سو کہ بینی روئے اورا سجدہ کن کیں عبادت را بہ یک سو در جہاں محراب نیست

شعرِ بالا میں "شہود ما رأیت شیاء الا رایت اللہ فیہ" کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے۔

احسان کرنے کے بعد اس کو جتلانا برا ہے۔ کیوں کہ اس سے انسان کو ایذا پہنچتی ہے۔

چوں مروت می کنی۔ باکس۔ برو منت منہ زاں کہ کارِ نیکو آں حسبتہً للہ نیست

کثرت میں وحدت کا جلوہ دیکھنے والے کی شان میں لکھا ہے۔ کہ عارف کو چاہیئے کہ بیعت و دعوت کے دوران میں بے بصیرت نہ ہو۔ دعوت بصیرت "عام نہیں۔

داعی کو چاہیئے۔ کہ کثرت سے وحدت کی طرف دعوت دے۔ اور یہ مقام عارفِ منتہی کو حاصل ہوتا ہے۔

جلوۂ وحدت بہ کثرت ہر کہ بیند در جہاں عارفِ باللہ گشت وعاشق جانگاہ نیست

دنیا کے ذرّے ذرّے سے خدا کا جلوہ ظاہر ہے۔ "خارجی تعیّنات" کی صورت میں "اسرارِ الٰہی" ہویدا ہیں :۔

چوں صفاتِ ذات اور اہر یکے جلوہ نمود پس چرا آگہ نباشی ۔ زانچہ داری نقدِ خویش

"وحدتِ وجود" کی تشریح ملاحظہ کیجئے ۔

ماسوا گر نہ تجلّیِ ظہورش نگری ایں و آں جلوہ کند پیشِ تو اصنامے چند

ایک اور جگہ لکھا ہے

آفتاب بہ بیں بہ چشمِ شہود تا بدانی کہ آفتاب است ایں

"دوش وقتِ سحر از غصہ نجاتم دادند" والی بات فرحیؔ پر بھی گذری۔ ابتدائے احوال سلوک میں دل میں "خطراتِ بے ہودہ" کے ہجوم کی وجہ سے فرحیؔ پر "قبض" کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ رمضان میں ایک رات کے آخر حصّہ میں ——— (جب کہ حضرت مسیح الاولیاء اعتکاف میں تھے) ——— اُن کے حجرے میں داخل ہو کر "دل تنگی" کا ماجرا بیان کیا۔ "مرشدانہ کرم" کی ایک نظر نے اُس کے دل سے "قبض" کو دور کر دیا۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس رات کی تعریف فرحیؔ نے ذیل کے شعر میں بیان کی ہے :۔

بود آں شب ۔ شبے قدرے نزدِ من عزیز زاں کہ زردے فیضِ پیرم[1] ساخت اہلِ نسبتم

مندرجہ بالا منظومات اور اشعار کے علاوہ ہمیں فرحیؔ کا اور کلام دستیاب نہ ہو سکا۔

زیرِ نظر مخطوطہ ——— "کشف الحقائق" کے باب سوم کے درمیانی حصّے کے نو ورق غائب ہیں۔ آخری حصّہ بھی ناقص ہے۔ ممکن ہے اُن اوراق میں چند اشعار ہوں ۔ فرحیؔ کی دوسری تصنیف ۔ مخزنِ دعوت میں اشعار ہوں گے ۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانے کی "فہرستِ کتبِ فارسی" سے مخزنِ دعوت کے متعلق حسبِ ذیل معلومات فراہم ہوتی ہیں۔

---

[1] فیضِ پیر کی تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے کشف الحقائق ورق ۱۱۹ ب

مخزنِ دعوت :-

مخزنِ دعوت شطاری اذکار پر مشتمل ایک رسالہ ہے ۔ فرحی نے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں طویل سفر کے بعد ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء میں یہ کتاب لکھی ۔

یہ کتاب حضرت شاہ عیسےٰ مسیح الاولیاء کے نام معنون ہے کتاب میں غوث گوالیاری کا بھی ذکر ہے ۔ یہ رسالہ "حصن الحصین" کشف الانوار، اسرار الدعوت ۔ اورادِ صوفیہ پر مبنی ہے ۔

کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے :-

۱ ۔ اذان و استنجاء و وضو و غسل ۔

۲ ۔ استخارہ و فالِ مصحف ۔

۳ ۔ دعوتِ اسماء عظام ۔

۴ ۔ ضبطِ اعراب اسمار اصول و بعضے ادعیہ ۔

۵ ۔ اذکار ۔

۶ ۔ مراقبات ۔

۷ ۔ بیعت کردن و کلاہ و خرقہ دادن و اوصافِ پیر و مرید تعریفِ خلوت و عزات و فوائد و آدابِ آں ۔

کشف الحقایق :-

"کشف الحقایق" حضرت شاہ عیسےٰ جُند اللہ کا ملفوظ ہے ۔ اِس کتاب سے جامع ملفوظ ——— فرحی ——— کے حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔ ضمناً حضرت موصوف کے مرشد ——— حضرت شاہ لشکر محمد عارف ——— ان کے دو بھائیوں ——— شیخ محمد غثمان[1] ——— اور شیخ سلیمان سیفی ——— درویشوں ۔ مریدوں ۔ عقیدت مندوں

---

[1] حالات و تصانیف کے لئے ملاحظہ کیجئے راقم السطور کا مقالہ ——— فارسی ادب کے ارتقا میں برہان پور کا حصہ (کل ہند تعلیمی کانفرنس ۵۸ء ناگپور)

[—— (جن میں عوام اور خواص) —— دونوں شامل ہیں] کا ذکر ہے۔

"کشف الحقایق" میں اُن معاملات۔ مکاشفات اور تصرفات کا بیان ہے جو صحت کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں۔ یا جامع ملفوظ کی موجودگی میں واقع ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح الاولیا —— صاحبِ ملفوظ —— کے مرید ہونے سے قبل اور بعد کے روحانی کیفیات کا بیان ہے۔ ان کے خوارق عادات۔ طریقِ بیعت اور درس کا تفصیلی ذکر ہے۔ پیری مریدی کے آداب مرشد کا ادب۔ اس کی ضرورت۔ طلبِ صادق اور طالبِ صادق۔ عارف۔ عبادت۔ صوفی۔ فنا و بقا۔ باطن کی جلا وغیرہ رموزِ تصوف کی نہایت عمدگی سے وضاحت کی گئی ہے۔

صوفی۔ عبادت۔ مخلوقات۔ انسان۔ صراطِ مستقیم۔ توکل۔ فقر وغیرہ کی بالکل اچھوتے انداز میں تعریف کی گئی ہے۔

ہر بیان اور اس کے مفہوم کو آسان اور اثر خیز تمثیلات سے واضح کیا گیا ہے۔

مسجد و مدرسہ میں طریقِ درس کی تفصیلات کے علاوہ خانقاہ اور اُس کے طریقِ زندگی کی جھلکیاں بھی اس میں نظر آتی ہیں۔ وہ بے فکر فقرا کا مرکز نہ تھی۔ جن پر ذیل کا شعر صادق آتا ہے ؎

زاہد نہ داشت تابِ جمالِ پری رُخاں — کنجے گرفت و یادِ خدا را بہانہ ساخت

بلکہ وہ ایک تعلیمی اور کلچرل ادارہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ جہاں کا ہر فرد دینی اور دنیوی زندگی کے ہر نیک پہلو پر عمل پیرا تھا۔

زیرِ نظر ناقص الآخر مخطوطہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

"سپاس بلاغایت و ستائش بلانہایت سزائے ذاتے کہ بحکم مشیتش مشاطۂ فیض را مطلق مخدراۃ شیون ذاتے را کہ بخلوتِ خانۂ غیب ہویت را در شبستان سرائے فیضِ اقدس درآوردہ و شکل و شمائل آن ایشاں را بوجہ اجمال و تفصیل مشاہدہ نمودہ"

اس کے بعد حمد۔ حمد کے بعد بیس۲ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ مثنوی اور اس کے بعد پیر و مرشد کی منقبت میں ایک مثنوی کہی ہے۔

منقبتِ پیر کے بعد سببِ تالیف یوں بیان کیا ہے۔

"اسماعیل ابن محمود سندھی القادری الشطاری الغرحی کہ از حضرت دستگیر مسکینے بابے الفرح ملقب بہ سراج ست می گوید کہ چوں ایشاں در اکثر اوقات بر مسند درس و غیر آں از زبانِ خوارق بیان نکتہ ہائے عجیب و اشاراتِ غریب در اطوارِ سیر و سلوک و مقاماتِ عروج و نزولِ صوفیہ قدس اللہ تعالےٰ سرہم عنایت می فرمودند و در اغلب بہ غلبۂ اتصاف و معیتِ حق سبحانہٗ و تعالےٰ تصرفاتِ حقیقی و مکاشفاتِ تحقیقی از وجودِ شریف حضرت ارشاد پناہی بوقوع آمدند۔ بنابریں خاطرِ فاترِ ایں ضعیف خطور می کرد۔ کہ کاشکے از مریدانِ فاضل و خلفائے مکمل ایں جواہر پُر صفا و دُرِ بے بہا بدستِ شوقِ ارادت فراہم آوردہ۔ برشتۂ قلم در کشد تا طالبِ علمانِ عقل و دانش و آرائے اربابِ حقیقت گردد۔ چوں مدتِ مدید و عہدِ بعید بریں آمد و ہیچ یکے از توفیق رفیق نشدہ۔ متصدی ایں کار گشتہ با نصرام رسانید و امورے کہ از حضرت بوقوع می آمدند چوں مرقوم و مسطور نمی گشتند۔ اکثر از یاد می رفتند۔ چنانچہ گفتہ اند ؎

سخن را بہ نوکِ قلم بند کن　　کہ از یادِ مردم گریزد سخن

لاجرم در دلِ ایں فقیر گذشت کہ ہر چند مرا لیاقتِ آں نیست چنانچہ باید و شاید۔ ایں را تو انم بجا آورد۔ اما بارے بہر نوع کہ میسر آید۔ غنیمت باید شمرد۔ پس با وجودِ قلتِ بضاعت و ضعفِ استطاعت در سنہ ہزار و بستم متصدی ایں کار گشتہ۔ نام ایں ملفوظ را "کشف الحقائق" نہادم۔"

اقتباسِ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ جامع ملفوظ کے ذہن میں ایک عرصہ سے یہ خیال تھا۔ کہ کوئی مرید حضرت میسح الاولیاء کے تصرفاتِ حقیقی اور مکاشفاتِ تحقیقی کو "طالبانِ عقل و دانش" کی ہدایت کے لئے ضبطِ تحریر میں لائے۔ مدتِ مدید تک یہ خواہش عمل کی صورت اختیار نہ کر سکی اور ضعیف الاستطاعت فرحی نے ۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱ء میں اس کام کو شروع کیا۔

اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اِن ملفوظات کی ترتیب اور تحفظ میں ارادت اور عقیدت کے نیک اور سعادت مند ہاتھوں نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ ملفوظات کے جامع حضرات نے اپنے مرشد کے اقوال و گفتار کو جس طرح دیکھا اور سُنا اُسی طرح محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ اِس احتیاط

سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ اشعار اور فقرات محفوظ ہو گئے۔ جو گاہے گاہے ان بزرگوں کی زبانِ فیض ترجمان سے ادا ہوتے تھے اور آج ہماری زبان کے ارتقائی پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ اُن سے صاحبانِ ملفوظ کی زندگی کے جزئیات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

ملفوظ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ بابِ اول۔

"دربیانِ زاد بوم آبائی معظم واجدادِ مکرم حضرت قبلہ گاہی وانتقالِ ایشاں از وطنِ خود ز مولد و مبعث ز تحصیلِ علم پیر دستگیر۔"

۲۔ باب دوم۔

"در طلبِ حق و جستجو نمودن حضرت ایشاں مر پیر اکسیر پُر تاثیر را و دریافتن وے۔"

۳۔ باب سوم۔

"در اشارات و نکات کہ بلسانِ معجز بیان حضرت شیخ منقبت بہ صدور پیوستہ۔"

۴۔ بابِ چہارم۔

"در معاملات و مکاشفات و تصرفاتِ حضرت ارشاد پناہی۔"

۵۔ بابِ پنجم۔

"دربیانِ ایں کہ حضرت سبحانہ وتعالےٰ بر سر ہر صد سالے کہ یکے از کملائے اولیاء مجددِ دین می گرداند۔"

جامع ملفوظ نے حضرت پیر و مرشد سے اعانت طلب کرنے کے بعد نگارشِ ملفوظ کی اہمیت اور بطور انکساری اپنی کوتاہ قلمی کے اعتراف کو یوں بیان کیا ہے:۔

"بوالعجب کار لیست کہ کجا حوصلۂ ایں فقیر سرگشتہ و آوارہ و کجا نوادرِ معلوماتِ ہادیٔ ہر بے چارہ۔

خیالِ حوصلۂ بحر می پُزم ہیہات چہاست در سرِ ایں قطرۂ محال اندیش

اور جب کام شروع کر دیا۔ تو ناظرین سے اغلاط کی چشم پوشی کی استدعا کی ہے اور دیباچہ مناجات پر ختم ہو جاتا ہے۔

تالیف کے سلسلہ میں فرشتہ کو مخاطب کر کے کہا ہے ؎

ملک بہ عرصۂ معشوق پامنہ گستاخ — کہ زلف حور دراں جلوہ گاہ جاروب است

اس کے بعد مرتب نے کمال احترام و ادب سے "عرصۂ معشوق" کو سر کے بل طے کیا ہے۔ اس کی تفصیلات انشاء اللہ کسی آئندہ فرصت میں پیش کی جائیں گی۔

زیر نظر مخطوطہ ذیل کے واقعہ پر ختم ہوتا ہے۔

"اے عزیز! روزے حضرت بابا عبد الستار بہ حضرت پیر دستگیر عرض نمودند کہ امروز در بیداری حضرت اسد اللہ الغالب و مطلوب کل طالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ در حجرۂ من تشریف فرمودہ ....

قرآن نمبر کے بعد

ماہنامہ صبح صادق لکھنؤ کا

حدیث نمبر

جس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ:-

● حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی علوم میں کیا مرتبہ اور مقام ہے ● مسلمانوں نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت، اور ان کی تحقیق اور تنقید کے لئے کیسے قیمتی اصول مقرر کئے اور پھر ان قیمتی اصولوں سے کس احتیاط کے ساتھ کام لیا۔

یہ نمبر

علم حدیث، اصول حدیث، تاریخ حدیث، ضرورت اور اہمیت حدیث، فضائل و آداب حدیث سے متعلق مضامین کا ایک قابل قدر خزانہ ہے۔ اکابر محدثین کے شاندار کارنامے، ان کے اخلاق و کردار اور ائمہ حدیث کی مبارک سوانح حیات ان کی کتابوں پر جامع اور مفید تبصرہ کا اتنا بہترین مجموعہ بہت ممکن ہے اس سے قبل کبھی آپ کی نظر سے نہ گذرا ہو، آپ اس حدیث نمبر میں شکوک و شبہات کے مریضوں کے لئے یقین و اطمینان کا ایک بیش بہا سامان پائیں گے۔ ارکان ادارہ صبح صادق کے علاوہ جن جلیل القدر علماء نے اس نمبر میں حدیث کے ہر پہلو پر نظر ڈالی ہے ان میں سے بعض حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی، مولانا عبد الباری ندوی، مولانا عبد السلام قدوائی، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا شاہ معین الدین احمد، مولانا حکیم محمد اسحاق، مولانا ابو الفرقان جونپوری۔

(نوٹ) حدیث نمبر کی قیمت افادہ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لئے صرف دو روپے رکھی گئی ہے صبح صادق کا سالانہ چندہ چار روپے ہے جسے بھیج کر آپ حدیث نمبر بھی حاصل کیجئے۔ ڈاک خانہ کی بے احتیاطیوں سے بچنے کے لئے حدیث نمبر منگواتے وقت ہر صورت میں گیارہ (بارہ آنے) مزید رجسٹری کے لئے ضرور بھیجیں۔

پاکستان کے معاونین ذیل کے پتے پر اپنا چندہ بھیج کر ہمارے پاس منی آرڈر کی رسید روانہ فرمائیں۔ مولانا محمد ناظم صاحب شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاول پور پاکستان۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:- مکارم نگر لکھنؤ۔ یوپی۔ بھارت